(۷۲)

خدا تعالیٰ کے مقررہ راستوں پر چل کر ہی انسان فلاح پاسکتا ہے

(فرمودہ ۱۸۔جون ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

ہر کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے کچھ طریق اور دروازے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ جو انسان ان طریقوں اور دروازوں میں سے ہو کر کسی کام کو کرتے ہیں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن جو لوگ ان راستوں کو چھوڑ کر اور ان دروازوں کو اپنے اوپر بند کر کے ان کے علاوہ کسی اور طرح سے کامیابی چاہتے ہیں انہیں ہرگز کامیابی نصیب نہیں ہوسکتی۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے رستے اور کھولے ہوئے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور طریق اور دروازہ کی طرف جاتے ہوئے یہ یقین رکھنا کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا بالکل عبث ہے۔

پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ اگر وہ کامیابی دیکھنا چاہتا ہے اگر وہ بامراد ہونا چاہتا ہے اگر وہ فلاح پانا چاہتا ہے اور اگر وہ مظفّر و منصور ہونا چاہتا ہے تو ہر ایک کام کے کرتے وقت اس بات پر غور کر لے کہ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے کون سے راستے مقرر فرمائے اور کون سے دروازے کھولے۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ میں ان رستوں پر قدم زن نہیں اور ان دروازوں سے نہیں گزر رہا جو خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں تو سمجھ لے کہ میرے لئے کامیابی

مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ لیکن اگر ایسے رستوں پر چل رہا ہے اور ایسے دروازوں سے گزر رہا ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کام کیلئے تجویز فرمائے ہیں تو اس کیلئے ضرور کامیابی ہے۔ یہ راستے خدا تعالیٰ نے ہر ایک کام کیلئے مقرر کئے ہوئے ہیں خواہ وہ کام روحانی ہو یا جسمانی۔

دیکھو انسان پر بیماریاں آتی ہیں اگر ان طریقوں پر ان کا علاج نہ کیا جائے جو ان کیلئے مقرر ہیں تو ہرگز شفاء نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بعض علاج ایسے ہوتے ہیں جو سینہ کی بیماری کیلئے مفید ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو معدہ کی بیماری کیلئے کارگر ہوتے ہیں لیکن اگر وہ علاج جو سینہ کی بیماری کیلئے ہے معدہ کی بیماری پر استعمال کیا جائے یا معدہ کا علاج سینہ کی بیماری پر برتا جائے تو ہرگز شفا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر آنکھ میں ڈالے جانے والی دوا، خواہ آنکھ کیلئے کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو لیکن کان میں ڈالنے سے کچھ فائدہ نہ دے گی کیوں؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے کان کیلئے نہیں بنایا بلکہ آنکھ کیلئے بنایا ہے اس لئے اس سے آنکھ کو ہی فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو ہر ایک کام کیلئے رستے ہیں جو کوئی ان پر چلتا ہے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو چھوڑتا ہے وہ ناکام اور نامراد رہنے کے علاوہ نقصان بھی اٹھاتا ہے۔

یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں خدا تعالیٰ نے کامیاب ہونے کے کچھ راستے بتائے ہیں اور کچھ ایسے دروازے بھی بتائے ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ جب کوئی انسان ان سے گزرتا ہے تو تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے عدل اور احسان کرنے اور قریبیوں کو دینے کا یا ایسے رنگ میں دینے کا جو قریبیوں کا ہو اور روکتا ہے بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے اور سرکشی یعنی حد سے بڑھنے سے۔ یہاں اللہ تعالیٰ تین باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور تین باتوں سے روکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ نصیحت کرنا لغو، بے فائدہ اور بیہودہ نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ تم فائدہ اٹھاؤ۔ اگر تم ان کرنے والی باتوں کو مان لو گے اور منع کردہ طریقوں سے بچو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور تمہیں بہت سکھ پہنچے گا۔ مومن کی یہی شان ہے کہ عدل، احسان اور اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کو مدنظر رکھے اور فحشاء، منکر اور بغی سے بچے۔ بعض لوگ غصہ، طیش اور اشتعال دلانے کے وقت انہیں بھول جاتے ہیں۔ کل ہی یہاں ایک معاملہ پیش ہوا کہ بحث میں کسی نے حضرت مسیحؑ کی نسبت گندے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کئے ہیں یا

نہیں۔لیکن اگر اس نے کئے ہیں تو شاید وہ یہ عذر پیش کرے کہ بحث کرنے والے نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اس لئے میں نے بھی ایسا کیا۔لیکن یہ وہی بات ہے جو یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ کے نیچے آتی ہے؟ کیا ایک آدمی کے حد سے بڑھنے سے دوسرے کو بھی بڑھ جانا چاہیئے؟ کیا ایک کے فَحْشَآء و مُنْکَرْ سے باز نہ رہنے سے دوسرے کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے؟ ہرگز نہیں! کیا کسی کا یہ عذر قابل پذیرائی ہوسکتا ہے کہ فلاں نے چونکہ جھوٹ بولا تھا اس لئے میں نے بھی بولا ہے۔فلاں نے چونکہ چوری کی تھی اس لئے میں نے بھی کی ہے۔فلاں نے چونکہ کفر بکا تھا اس لئے میں نے بھی اس کا ارتکاب کیا ہے اس قسم کے جواب تو دوزخی لوگ دیں گے ہمارے بڑوں نے چونکہ یہ کام کئے تھے اس لئے ہم نے بھی کئے۔پس یہ عذر بہت ہی نامعقول ہے اور اس طرح کی بات ہے جس طرح ایک آدمی جا رہا ہے اور اس کا ایک پاؤں کوئی زخمی کر دے تو دوسرے کو وہ خود اس لئے زخمی کر لے کہ ایک جو زخمی ہو گیا ہے ایسا کرنا کسی عقل مند آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔اگر بحث کرتے وقت کسی نے ایسی بات کہہ دی ہو جو اس کے پیشوا کی شان کے خلاف ہو تو اس کا ایسی ہی بات دوسرے کے اس پیشوا کو جو کہ اس کا بھی پیشوا ہے کہنا بہت نامعقول حرکت ہے۔ایک قصہ ہے تو گندا مگر اسی کے مناسب حال ہے۔کہتے ہیں ایک شخص نے کسی سے ایک ضرورت کے وقت کوئی برتن لیا اور بہت دنوں تک اپنے گھر ہی رکھ چھوڑا۔ایک دن برتن لینے والا برتن لینے گیا تو وہ شخص اس میں ساگ ڈال کر کھا رہا تھا۔یہ دیکھ کر اسے بہت بُرا لگا اور اپنا برتن لے کر کہنے لگا کہ تم نے ہمارے برتن میں ساگ ڈال کر کھایا ہے ہم تمہارے برتن میں نجاست ڈال کر کھائیں گے۔اس احمق نے یہ نہ سوچا کہ نجاست تم کھاؤ گے اس کا کیا نقصان ہوگا۔

مومن کو بہت احتیاط کرنی چاہیئے کیا یہ کوئی انسانیت ہے کہ دو بھائی آپس میں لڑیں تو ایک دوسرے کو باپ کی گالی دے اور دوسرا اس کو ماں کی گالی دے دے۔ایک نے تو نادانی کی تھی لیکن دوسرے نے اس سے بڑھ کر نادانی کی۔اسی طرح اگر ایک یہودی حضرت مسیحؑ کو گالی دے اور یہ سن کر کوئی عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گالی دے دے تو یہ بہت ہی گندہ فعل ہے۔اسی طرح اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے تو کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ،

حضرت ابراہیمؑ، وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دے دے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کو دو گالیاں دیتا ہے ایک اس بکواس کرنے والے کی معرفت اور ایک خود۔ لیکن وہ یاد رکھے کہ یہ سخت بغاوت اور سرکشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی ہتک کوئی معمولی گناہ نہیں۔ ایمان سلب ہو جاتا ہے اور قرآن کریم اس کا نام کفر رکھتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ دنیا کے حکام کے سامنے ان کو گالی دے اور پھر نقصان نہ اٹھائے۔ تو خدا تعالیٰ کے حُکام جو ان سے بہت زیادہ اور زبردست ہوتے ہیں، ان کی نسبت ایسا کہنے والا کہاں بچ سکتا ہے؟ دنیا کے حُکام کی ہتک کر کے بعض لوگ بچ بھی جاتے ہیں مگر خدا کے انبیاء کی ہتک کر کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ دنیاوی حاکموں کا مجرم پکڑنے والا ہاتھ اتنا لمبا نہیں ہوتا جتنا کہ خدائی حکام کے بھیجنے والوں کا ہے۔ ان سے جنگلوں میں، غاروں میں، سمندروں میں، پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں پر، زمین دوز حُجروں میں چھپ کر بعض لوگ گرفتار ہونے سے بچ جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ بڑے سے بڑے جنگلوں، عمیق سے عمیق غاروں، وسیع سے وسیع سمندروں، بلند سے بلند پہاڑوں اور تاریک سے تاریک حُجروں میں پہنچ جاتا ہے۔ پس دنیاوی بادشاہوں سے مقابلہ کرنا اتنا سخت نہیں جتنا خدا تعالیٰ سے ہے۔ ایک بادشاہ مر جاتا ہے تو بعد میں اس کیلئے مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔ مثلاً سکندر مر چکا ہے آج کتنی ہی گالیاں کوئی اسے نکالے کوئی پوچھتا تک نہیں۔ مگر سکندر سے پہلے بھی جو کوئی نبی ہوا ہے، اس کو جو گالی دے اسے سزا دینے والا اس وقت بھی موجود ہے اور ضرور سزا دے گا۔ نادان انسان گالی کے مقابلہ میں گالی دے کر سمجھتا ہے کہ میں نے بدلہ لے لیا ہے۔ مگر وہ ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ کسی نے اس کی ایک گال پر طمانچہ مارا تو دوسری پر اس نے خود مار لیا۔ ایک ہاتھ دشمن نے کاٹا تو دوسرا خود کاٹ لیا۔ خدا تعالیٰ بُری اور بے حیائی اور حد سے بڑھنے والی باتوں سے روکتا ہے۔ ہر ایک نبی خدا تعالیٰ کے حضور بہت بڑی عزت رکھتا ہے اس لئے اس کی ہتک کرنے والا ضرور سزا پاتا ہے۔ اگر کسی نبی کے ماننے والا ہمارے پیشوا کی ہتک کرتا ہے تو ہمیں تو یہ بھی اجازت نہیں کہ اس کے ایسے پیشوا کی ہتک کریں جس کو صرف وہی مانتا ہے چہ جائیکہ ایسے پیشوا کی بے ادبی کریں جس کو ہم خود بھی مانتے ہیں۔

پنڈت دیانند ایک شخص ہوا ہے ہم اس کو نہیں مانتے لیکن یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ایک آریہ کے آنحضرت ﷺ کو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دینے پر ہم اس کو

گالیاں دیں۔گالیاں دینے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ وہ خود تو مر گیا ہے وہ سنتا نہیں اور اگر زندہ ہوتا بھی تو اس طرح کرنے سے سوائے لڑائی جھگڑے اور فساد پھیلنے کے اور کیا حاصل ہو سکتا۔ پس جب ایسے لوگوں کو بھی گالیاں دینا منع ہے تو جو خدا تعالیٰ کے نیک بندے اور مقرّب ہیں ان کو کہاں جائز ہے۔ پس تم ہمیشہ احتیاط کرو اور بہت زیادہ احتیاط کرو تمہارے ایک ایک کام کے نتیجے کا اثر جماعت پر پڑتا ہے۔ اس بات کی بہت کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں کسی کیلئے ٹھوکر کا موجب نہ بنائے کیونکہ جو ٹھوکر کا موجب ہوتا ہے وہ ٹھوکر کھانے والے کے گناہوں کو بھی اپنے سر پر اٹھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے تم کو اپنے سیدھے رستوں پر چلائے اور ٹیڑھے رستوں سے بچائے۔ آمین۔

(الفضل ۲۲۔جون ۱۹۱۵ء)

ا النحل:۹۱